© rasailojaraid.com

تفہیم القرآن

الملک

(۲)

وہی تو ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو تابع کر رکھا ہے، چلو اُس کی چھاتی پر اور کھاؤ خدا کا رزق[۲۴]۔ اُسی کے حضور تمہیں دوبارہ زندہ ہو کر جانا ہے[۲۶]۔ کیا تم اِس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے[۲۵]۔

۲۴۔ یعنی یہ زمین تمہارے لیے آپ سے آپ تابع نہیں بن گئی ہے اور وہ رزق بھی جو تم کھا رہے ہو خود بخود یہاں پیدا نہیں ہو گیا ہے، بلکہ اللہ نے اپنی حکمت اور قدرت سے اِس کو ایسا بنایا ہے کہ یہاں تمہاری زندگی ممکن ہوئی اور یہ عظیم الشان کرہ ایسا پُرسکون بن گیا کہ تم اطمینان سے اِس پر چل پھر رہے ہو اور اِس میں تمہارے لیے زندگی بسر کرنے کا بے حد وحساب سروسامان فراہم ہو گیا۔ اگر تم غفلت میں مبتلا نہ ہو اور کچھ ہوش سے کام لے کر دیکھو تو تمہیں معلوم ہو کہ اِس زمین کو تمہاری زندگی کے قابل بنانے اور اِس کے اندر رزق کے اتھاہ خزانے جمع کر دینے میں کتنی حکمتیں کارفرما ہیں۔ (تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد سوم، النمل، حواشی ۷۳-۷۴-۸۱۔ جلد چہارم، یٰس، حواشی ۲۹-۳۲۔ المومن، حواشی ۹۰-۹۱۔ الزخرف، حاشیہ ۷۔ الجاثیہ، حاشیہ ۷۔ جلد پنجم، قٓ، حاشیہ ۱۸)۔

۲۶۔ یعنی اِس زمین پر چلتے پھرتے اور خدا کا بخشا ہوا رزق کھاتے ہوئے اس بات کو نہ بھولو کہ آخرکار تمہیں ایک دن خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔

۲۵۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان میں رہتا ہے، بلکہ یہ بات اِس لحاظ سے فرمائی گئی ہے کہ انسان فطری طور پر جب خدا سے رجوع کرنا چاہتا ہے تو آسمان کی طرف دیکھتا ہے۔ دعا مانگتا ہے تو آسمان کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تمہیں زمین میں دھنسا دے اور یکایک یہ زمین جھکولے کھانے لگے؟ کیا تم اس سے بے خوف ہو کہ وہ جو آسمان میں ہے تم پر پتھراؤ کرنے والی ہوا بھیج دے؟[۲۶] پھر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ میری تنبیہ کیسی ہوتی

طرف ہاتھ اٹھاتا ہے۔ کسی آفت کے موقع پر سب سہاروں سے مایوس ہوتا ہے تو آسمان کا رخ کر کے خدا سے فریاد کرتا ہے۔ کوئی ناگہانی بلا آ پڑتی ہے تو کہتا ہے یہ اوپر سے نازل ہوئی ہے۔ غیر معمولی طور پر حاصل ہونے والی چیز کے متعلق کہتا ہے یہ عالمِ بالا سے آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی کتابوں کو کتبِ سماوی یا کتبِ آسمانی کہا جاتا ہے۔ ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ ایک شخص ایک کالی لونڈی کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ پر ایک مومن غلام آزاد کرنا واجب ہو گیا ہے، کیا میں اس لونڈی کو آزاد کر سکتا ہوں؟ حضورؐ نے اس لونڈی سے پوچھا اللہ کہاں ہے؟ اس نے انگلی سے آسمان کی طرف اشارہ کر دیا۔ حضورؐ نے پوچھا اور میں کون ہوں؟ اس نے پہلے آپؐ کی طرف اور پھر آسمان کی طرف اشارہ کیا، جس سے اس کا یہ مطلب واضح ہو رہا تھا کہ آپ اللہ کی طرف سے آئے ہیں۔ اس پر حضورؐ نے فرمایا، اسے آزاد کر دو، یہ مومنہ ہے (اسی سے ملتا جلتا قصہ مؤطا، مسلم اور نسائی میں بھی روایت ہوا ہے)۔ حضرت خولہ بنت ثعلبہ کے متعلق حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ لوگوں سے فرمایا، یہ وہ خاتون ہیں جن کی شکایت سات آسمانوں پر سنی گئی (تفسیر سورۂ مجادلہ حاشیہ ۲ میں ہم اس کی تفصیل نقل کر چکے ہیں)۔ ان ساری باتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بات کچھ انسان کی فطرت ہی میں ہے کہ وہ جب خدا کا تصور کرتا ہے تو اس کا ذہن نیچے زمین کی طرف نہیں بلکہ اوپر آسمان کی طرف جاتا ہے۔ اسی بات کو ملحوظ رکھ کر یہاں اللہ تعالیٰ کے متعلق مَنْ فِی السَّمَآءِ (وہ جو آسمان میں ہے) کے الفاظ استعمال فرمائے گئے ہیں۔ اس میں اس شبہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ قرآن اللہ تعالیٰ کو آسمان میں مقیم قرار دیتا ہے۔ یہ شبہ آخر کیسے پیدا ہو سکتا ہے جبکہ اسی سورۂ ملک کے آغاز میں فرمایا جا چکا ہے کہ اَلَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا (جس نے تہ بر تہ سات آسمان پیدا کیے) اور سورۂ بقرہ میں ارشاد ہوا ہے

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (پس تم جدھر بھی رخ کرو اُس طرف اللہ کا رخ ہے)۔

۲۶؎ مراد یہ ذہن نشین کرنا ہے کہ اس زمین پر تمہارا بقا اور تمہاری سلامتی ہر وقت اللہ تعالیٰ کے فضل پر منحصر ہے۔ اپنے بل بوتے پر تم یہاں مزے سے نہیں دندنا رہے ہو۔ تمہاری زندگی کا ایک ایک لمحہ جو یہاں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے۲۷۔ اِن سے پہلے گزرے ہوئے لوگ جھٹلا چکے ہیں۔ پھر دیکھ لو کہ میری گرفت کیسی سخت تھی۲۸۔ کیا یہ لوگ اپنے اوپر اُڑنے والے پرندوں کو پر پھیلائے اور سکیڑتے نہیں دیکھتے؟ رحمٰن کے سوا کوئی نہیں جو انہیں تھامے ہوئے ہو۲۹۔ وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۳۰۔ بتاؤ، آخر وہ کونسا لشکر تمہارے پاس ہے جو رحمان کے مقابلے میں تمہاری مدد کر سکتا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ یہ منکرین دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں۔ یا پھر بتاؤ، کون ہے جو تمہیں رزق دے سکتا ہے اگر رحمان اپنا رزق روک لے؟ دراصل یہ لوگ سرکشی اور حق سے گریز پر اڑے ہوئے ہیں۔ بھلا سوچو، جو شخص منہ اوندھائے چل رہا ہو وہ زیادہ صحیح

گزر رہا ہے، اللہ کی حفاظت اور نگہبانی کا رہینِ منت ہے۔ ورنہ کسی وقت بھی اس کے ایک اشارے سے ایک زلزلہ ایسا آسکتا ہے کہ یہی زمین تمہارے لیے آغوشِ مادر کے بجائے قبر کا گڑھا بن جائے، یا ہوا کا ایسا طوفان آسکتا ہے جو تمہاری بستیوں کو غارت کر کے رکھ دے۔

۲۷۔ تنبیہ سے مراد وہ تنبیہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پاک کے ذریعہ سے کفارِ مکہ کو کی جا رہی تھی کہ اگر کفر و شرک سے باز نہ آؤ گے اور اُس دعوتِ توحید کو نہ مانو گے جو تمہیں دی جا رہی ہے تو خدا کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔

۲۸۔ اشارہ ہے اُن قوموں کی طرف جو اپنے ہاں آنے والے انبیاء کو جھٹلا کر اس سے پہلے مبتلائے عذاب ہو چکی تھیں۔

۲۹۔ یعنی ایک ایک پرندہ جو ہوا میں اڑ رہا ہے، خدائے رحمٰن کی حفاظت میں اُڑ رہا ہے۔ اُسی نے ہر پرندے کو وہ ساخت عطا فرمائی جس سے وہ اڑنے کے قابل ہوا۔ اسی نے ہر پرندے کو اڑنے کا طریقہ سکھایا۔ اُسی نے ہوا کو اُن قوانین کا پابند کیا جن کی بدولت ہوا سے زیادہ بھاری جسم رکھنے والی چیزوں کا اُس میں اڑنا ممکن ہوا۔ اور وہی ہر اڑنے والے کو فضا میں تھامے ہوئے ہے، ورنہ جس وقت بھی اللہ اپنی حفاظت اُس سے ہٹا لے، وہ زمین پر آ رہے۔

۳۰۔ یعنی کچھ پرندوں ہی پر موقوف نہیں، جو چیز بھی دنیا میں موجود ہے اللہ کی نگہبانی کی بدولت موجود ہے۔ وہی ہر شے کے لیے وہ اسباب فراہم کر رہا ہے جو اس کے وجود کے لیے درکار ہیں، اور وہی اس بات کی نگرانی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

راہ پانے والا ہے یا وہ جو سر اٹھائے سیدھا ایک ہموار سڑک پر چل رہا ہو؟ ان سے کہو اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا، تم کو سننے اور دیکھنے کی طاقتیں دیں اور سوچنے سمجھنے والے دل دیے، مگر تم کم ہی شکر ادا کرتے ہو۔[۳۳]

کر رہا ہے کہ اس کی پیدا کردہ ہر مخلوق کو اس کی ضروریات بہم پہنچیں۔

۳۱ دوسرا ترجمہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ "رحمان کے سوا وہ کون ہے جو تمہارا لشکر بنا ہوا تمہاری دستگیری کرتا ہو"۔ ہم نے متن میں جو ترجمہ کیا ہے وہ آگے کے فقرے سے مناسبت رکھتا ہے، اور اس دوسرے ترجمہ کی مناسبت اوپر کے سلسلۂ کلام سے ہے۔

۳۲ یعنی جانوروں کی طرح منہ نیچا کیے ہوئے اسی ڈگر پر چلا جا رہا ہو جس پر کسی نے اسے ڈال دیا ہو۔

۳۳ یعنی اللہ نے تو تمہیں انسان بنایا تھا، جانور نہیں بنایا تھا۔ تمہارا کام یہ نہیں تھا کہ جو گمراہی بھی دنیا میں پھیلی ہوئی ہو اس کے پیچھے آنکھیں بند کر کے چل پڑو اور کچھ نہ سوچو کہ جس راہ پر تم جا رہے ہو وہ صحیح بھی ہے یا نہیں۔ یہ کان تمہیں اس لیے تو نہیں دیے گئے تھے کہ جو شخص تمہیں صحیح اور غلط کا فرق سمجھانے کی کوشش کرے اس کی بات سن کر نہ دو اور جو غلط سلط باتیں پہلے سے تمہارے دماغ میں بیٹھی ہوئی ہیں انہی پر اڑے رہو۔ یہ آنکھیں تمہیں اس لیے تو نہیں دی گئی تھیں کہ اندھے بن کر دوسروں کی پیروی کرتے رہو اور خود اپنی بینائی سے کام لے کر یہ نہ دیکھو کہ زمین سے آسمان تک ہر طرف جو نشانیاں پھیلی ہوئی ہیں وہ آیا اُس توحید کی شہادت دے رہی ہیں جسے خدا کا رسول پیش کر رہا ہے یا یہ شہادت دے رہی ہیں کہ یہ سارا نظام کائنات بے خدا ہے یا بہت سے خدا اس کو چلا رہے ہیں۔ اِسی طرح یہ دل و دماغ بھی تمہیں اس لیے نہیں دیے گئے تھے کہ تم سوچنے سمجھنے کا کام دوسروں کے حوالے کر کے ہر اُس طریقے کی پیروی کرنے لگو جو دنیا میں کسی نے جاری کر دیا ہے اور اپنی عقل سے کام لے کر یہ سوچنے کی کوئی زحمت گوارا نہ کرو کہ وہ غلط ہے یا صحیح۔ اللہ نے علم و عقل اور سماعت و بینائی کی یہ نعمتیں تمہیں حق شناسی کے لیے دی تھیں۔ تم ناشکری کر رہے ہو کہ اِن سے اور سارے کام تو لیتے ہو مگر بس وہی ایک کام نہیں لیتے جس کے لیے یہ دی گئی تھیں۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد دوم، النحل، حواشی ۷۲-۷۳۔ جلد سوم، المومنون، حواشی ۷۵-۷۶۔ جلد چہارم، السجدہ، حواشی ۱۷-۱۸۔ الاحقاف، حاشیہ ۳۱)۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اِن سے کہو، اللہ ہی ہے جس نے تمہیں زمین میں پھیلایا ہے اور اسی کی طرف تم سمیٹے جاؤ گے[۳۴]۔ یہ کہتے ہیں "اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟"[۳۵] کہو "اس کا علم تو اللہ کے پاس ہے، میں تو بس صاف صاف خبردار کر دینے والا ہوں"[۳۶]۔ پھر جب یہ اُس چیز کو قریب دیکھ لیں گے تو اُن سب لوگوں کے چہرے

---

۳۴ یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر کے ہر گوشۂ زمین سے گھیر لائے جاؤ گے اور اس کے سامنے حاضر کر دیئے جاؤ گے۔

۳۵ یہ سوال اِس غرض کے لیے نہ تھا کہ وہ قیامت کا وقت اور اُس کی تاریخ معلوم کرنا چاہتے تھے اور اس بات کے لیے تیار تھے کہ اگر انہیں اُس کی آمد کا سال، مہینہ، دن اور وقت بتا دیا جاتے تو وہ اسے مان لیں گے۔ بلکہ دراصل وہ اس کے آنے کو غیر ممکن اور بعید از عقل سمجھتے تھے اور یہ سوال اس غرض کے لیے کرتے تھے کہ اُسے جھٹلانے کا ایک بہانہ اُن کے ہاتھ آئے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ حشر و نشر کا یہ عجیب و غریب افسانہ جو تم ہمیں سنا رہے ہو آخر یہ کب ظہور میں آئے گا؟ اسے کس وقت کے لیے اٹھا رکھا گیا ہے؟ ہماری آنکھوں کے سامنے لا کر اسے دکھا کیوں نہیں دیتے کہ ہمیں اس کا یقین آ جائے؟ اِس مقام پر یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ کوئی شخص اگر قیامت کا قائل ہو سکتا ہے تو عقلی دلائل سے ہو سکتا ہے، اور قرآن میں جگہ جگہ وہ دلائل تفصیل کے ساتھ دے دیئے گئے ہیں۔ رہی اُس کی تاریخ، تو قیامت کی بحث میں اُس کا سوال اٹھانا ایک جاہل آدمی ہی کا کام ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض وہ بتا بھی دی جائے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نہ ماننے والا یہ کہہ سکتا ہے کہ جب وہ تمہاری بتائی ہوئی تاریخ پر آ جائے گی تو مان لوں گا، آج آخر میں کیسے یقین کر لوں کہ وہ اُس روز ضرور آ جائے گی۔ (مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن، جلد چہارم، لقمان، حاشیہ ۶۳۔ الاحزاب، حاشیہ ۱۱۶۔ سبا، حواشی ۵-۴۸۔ یٰس، حاشیہ ۴۵)۔

۳۶ یعنی یہ تو مجھے معلوم ہے کہ وہ ضرور آئے گی، اور لوگوں کو اس کی آمد سے پہلے خبردار کر دینے کے لیے یہی جاننا کافی ہے۔ رہی یہ بات کہ وہ کب آئے گی، تو اس کا علم اللہ کو ہے، مجھے نہیں ہے، اور خبردار کرنے کے لیے اس علم کی کوئی حاجت نہیں۔ اس معاملہ کو ایک مثال سے اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے۔ یہ بات کہ کون شخص کب مرے گا، اللہ کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ یہ ہمیں معلوم ہے کہ ہر شخص کو ایک دن مرنا ہے۔ ہمارا یہ علم اِس بات کے لیے کافی ہے کہ ہم اپنے کسی غیر محتاط دوست کو یہ تنبیہ کریں کہ وہ مرنے سے پہلے اپنے مفاد کی حفاظت کا انتظام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بگڑ جائیں گے جنہوں نے انکار کیا ہے[۳۶] ، اور اُس وقت ان سے کہا جائے گا کہ یہی ہے وہ چیز جس کے لیے تم تقاضے کر رہے تھے ۔

ان سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اللہ خواہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم کرے، کافروں کو دردناک عذاب سے کون بچالے گا؟[۳۸] ان سے کہو، وہ بڑا رحیم ہے، اُسی پر ہم ایمان لائے ہیں، اور اُسی پر ہمارا بھروسا ہے[۳۹] ، عنقریب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں پڑا ہُوا کون ہے۔ ان سے کہو، کبھی تم نے یہ بھی سوچا کہ اگر تمہارے کنوؤں کا پانی زمین میں اتر جائے تو کون ہے جو اس پانی کی بہتی ہوئی سوتیں تمہیں نکال کر لا دے گا؟[۴۰]

کرلے۔ اِس تنبیہ کے لیے یہ جاننا ضروری نہیں ہے کہ وہ کس روز مرے گا۔

[۳۷] یعنی ان کا وہی حال ہوگا جو پھانسی کے تختہ کی طرف لے جائے جانے والے کسی مجرم کا ہوتا ہے۔

[۳۸] مکّہ معظمہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کا آغاز ہُوا اور قریش کے مختلف خاندانوں سے تعلق رکھنے والے افراد نے اسلام قبول کرنا شروع کر دیا تو گھر گھر حضورؐ اور آپ کے ساتھیوں کو بد دعائیں دی جانے لگیں۔ جادو ٹونے کیے جانے لگے تاکہ آپ ہلاک ہو جائیں۔ حتیٰ کہ قتل کے منصوبے بھی سوچے جانے لگے۔ اس پر یہ فرمایا گیا کہ اِن سے کہو، خواہ ہم ہلاک ہوں یا خدا کے فضل سے زندہ رہیں، اِس سے تمہیں کیا حاصل ہوگا؟ تم اپنی فکر کرو کہ خدا کے عذاب سے تم کیسے بچو گے۔

[۳۹] یعنی ہم خدا پر ایمان لائے ہیں اور تم اس سے انکار کر رہے ہو، ہمارا بھروسا خدا پر ہے اور تمہارا اپنے جتھوں اور اپنے وسائل اور اپنے معبودانِ غیر اللہ پر۔ اس لیے خدا کی رحمت کے مستحق ہم ہو سکتے ہیں نہ کہ تم۔

[۴۰] یعنی کیا خدا کے سوا کسی میں یہ طاقت ہے کہ ان سوتوں کو پھر سے جاری کر دے؟ اگر نہیں ہے، اور تم جانتے ہو کہ نہیں ہے، تو پھر عبادت کا مستحق خدا ہے، یا تمہارے وہ معبود جو انہیں جاری کرنے کی کوئی قدرت نہیں رکھتے؟ اس کے بعد تم خود اپنے ضمیر سے پوچھو کہ گمراہ خدائے واحد کو ماننے والے ہیں یا وہ جو شرک کر رہے ہیں؟

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت معاویہؓ اور خلافت و ملوکیت

ملک غلام علی صاحب

(۹)

بحث سابق میں یہ بات واضح کی جا چکی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یا خلفائے راشدین میں سے کسی بزرگ نے بھی اپنے کسی عزیز یا قرابت دار کے حق میں جانشینی کی تجویز امت کے لیے پیش نہیں فرمائی۔ یہ بات بھی صاف کی جا چکی ہے کہ عبادات و تقربات، یا پھر وہ معاملات جو مشروع طریق پر سرانجام پائیں، ان میں تو نیت کے وجود و فقدان اور نیت کی صحت و عدمِ صحت کا مسئلہ بنیادی اہمیت رکھتا ہے، لیکن جو امور تعبّدی نہیں ہیں اور جن کا مشروع و مسنون ہونا ثابت نہیں، ان میں نیت کے غلط یا صحیح ہونے سے کوئی خاص فرق واقع نہیں ہوتا۔ ان میں خواہ صحیح جذبہ یا نیت کارفرما ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ ذاتی مفاد کے لیے ہوں یا قومی مفاد کے لیے، ان سے اختلاف کرنے یا انہیں غلط قرار دینے کا حق کسی طرح سلب نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح کے افعال پر امت کے علماء و صلحاء ہمیشہ گرفت کرتے چلے آتے ہیں اور ضمناً ان کے جذبات و محرکات بھی زیرِ بحث آتے رہے ہیں۔ اس چیز کو نیت پر حملہ یا سوئے ظن کا نام دے کر اسے مذموم یا ممنوع قرار دینا درست نہیں۔ نیت پر حملہ اس صورت میں ہوتا ہے جب کسی عبادت یا نیکی کے کام کو بھی بلاوجہ بُری نیت پر مبنی سمجھ لیا جاتے، ورنہ غلط کام بہرحال غلط ہے قطع نظر اس سے کہ وہ اچھے جذبے یا اچھی نیت سے کیا جاتے یا نہ کیا جاتے۔

یزید کی ولی عہدی کے متعلق عثمانی صاحب کا بدلتا ہوا موقف اب یزید کی ولی عہدی کے متعلق مدیر البلاغ فرماتے ہیں کہ "جہاں تک اس مسئلے کا تعلق ہے کہ حضرت معاویہؓ کا یزید کو ولی عہد بنانا رائے، تدبیر اور نتائج کے اعتبار سے صحیح تھا یا غلط، اس میں ہمیں مولانا مودودی صاحب سے اختلاف نہیں ہے۔ جمہور امت کے محقق علماء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فعل رائے اور تدبیر کے درجے میں نفس الامری طور پر درست ثابت نہیں ہوا اور اس کی وجہ سے امت کے اجتماعی مصالح کو نقصان پہنچا۔" یہ جہاں اتنی بات تو ان کے نزدیک بھی مسلم ہے کہ حضرت معاویہؓ کا یہ فعل رائے، تدبیر اور نتائج کے اعتبار سے صحیح نہ تھا اور امت کے اجتماعی مفادات کے منافی تھا۔

اس کے بعد وہ فرماتے ہیں کہ "مولانا سے ہمارا اختلاف اس مسئلے میں ہے کہ مولانا نے اس اقدام کو محض رائے اور تدبیر کے اعتبار سے غلط قرار دینے پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ براہِ راست حضرت معاویہؓ کی نیت پر تہمت لگا کر اس بات پر اصرار فرمایا ہے کہ ان کے پیشِ نظر بس اپنا ذاتی مفاد تھا اور اس پر انہوں نے پوری امت کو قربان کر دیا۔" مدیر موصوف کے اس دوسرے معارضے کا جواب میں اب تک کی بحث میں دے چکا ہوں۔ میرے لیے دوبارہ بس اتنا عرض کر دینا کافی ہے کہ اگرچہ مولانا نے نیت پر تہمت نہیں لگائی لیکن یہ امر جب تسلیم شدہ ہے کہ امیر معاویہؓ کا فعل رائے، تدبیر اور نتائج تینوں لحاظ سے غلط تھا اور مصالح اجتماعیہ کے حق میں نقصان رساں ثابت ہوا تو پھر جذبے یا نیت کے صحیح ہونے نہ ہونے یا ذاتی مفاد پر مبنی ہونے نہ ہونے سے عملاً کوئی فرق واقع نہیں ہوتا۔ پھر مولانا مودودی نے جو بات کہی تھی وہ دراصل یہ تھی کہ "انہوں نے اس بات سے قطع نظر کر لیا کہ وہ اس طرح امت محمدیہ کو کس راہ پر ڈال رہے ہیں۔" ان الفاظ کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ انہوں نے جانتے بوجھتے امت کو اپنے ذاتی مفاد پر قربان کر دیا، بلکہ مراد صرف یہ ہے کہ اس فعل کے نتیجے میں امت خلافت کے بجائے ملوکیت و آمریت اور نسلی بادشاہت کی راہ پر پڑ گئی اور یہ ایک حقیقت ہے جس سے انکار ممکن ہی نہیں ہے۔ کیا آپ خود جمہور محققین کا قول یہی بیان نہیں فرما رہے کہ یہ فعل درست نہ تھا بلکہ نقصان دہ ثابت ہوا؟

اس کے بعد عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ "ہماری آئندہ گفتگو کا حاصل یہ نہیں ہے کہ حضرت معاویہؓ کا یہ اقدام واقعے کے اعتبار سے سو فی صد درست اور نفس الامر میں بالکل صحیح تھا یا انہوں نے جو کچھ کیا وہ بالکل ٹھیک کیا۔" ان الفاظ سے بظاہر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مولانا عثمانی نے اپنے سابق موقف میں ترمیم کر کے اب یہ موقف اختیار کیا ہے کہ یہ اقدام صد فی صد درست یا بالکل ٹھیک نہیں، حالانکہ وہ پہلے اسے بلا تخصیص اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علی الاطلاق نادرست قرار دے چکے ہیں، بلکہ جمہور ملت کا مسلک بھی بتا چکے ہیں۔

پھر آگے چل کر انہوں نے جو بحث کی ہے، اس میں وہ اس فی صد والے موقف سے بھی بتدریج دور ہٹتے چلے گئے ہیں، حتیٰ کہ آخر میں فرماتے ہیں کہ "اگر حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیانت داری سے یزید کو خلافت کا اہل سمجھتے تھے، تو اُسے ولی عہد بنا دینا شرعی اعتبار سے بالکل جائز تھا"۔ مزید فرماتے ہیں کہ "یزید کی جو مکروہ تصویر ذہنوں میں بسی ہوتی ہے، اس کی بنیادی وجہ کربلا کا حادثہ ہے۔ لیکن جس وقت اُسے ولی عہد بنایا جا رہا تھا، اس وقت یزید کی شہرت جمہوٹوں کو بھی اِس حیثیت سے نہیں تھی جیسی آج ہے۔ اُس وقت تو وہ ایک صحابی اور ایک خلیفۂ وقت کا صاحبزادہ تھا۔ اس کے ظاہری حالات، صوم وصلوٰۃ کی پابندی، اس کی دنیوی نجابت اور اس کی انتظامی صلاحیت کی بنا پر یہ رائے قائم کرنے کی پوری گنجائش تھی کہ وہ خلافت کا اہل تھا"۔

ولی عہدی کا جواز و عدم جواز یزید کے فضائل و مناقب بالتفصیل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ مدیر البلاغ نے ولی عہد بنانے کی شرعی حیثیت پر بھی بحث کی ہے جس کے ضروری اجزاء اہمیت کے پیشِ نظر اب میں نقل کرتا ہوں اور ان کے متعلق اپنے معروضات بھی پیش کرتا ہوں۔ مولانا عثمانی صاحب فرماتے ہیں کہ "اس بات پر اُمت کا اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ خلیفۂ وقت اگر کسی شخص میں نیک نیتی کے ساتھ شرائطِ خلافت پاتا ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو ولی عہد بنا دے، خواہ وہ اس کا باپ، بیٹا یا رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو۔ تفصیل کے لیے دیکھیے ازالۃ الخفا جلد اول ص۵"۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا مسلک عثمانی صاحب کے اس حوالے کے بعد ازالۃ الخفاء سے میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی متعلقہ بحث درج کرتا ہوں۔ شاہ صاحبؒ نے پہلے تو دس "شروطِ خلافت" بیان کی ہیں جو انعقادِ خلافت کے لیے ضروری ہیں، مثلاً خلیفہ کا مسلمان، عاقل، بالغ ہونا وغیرہ۔ انہی میں آٹھویں شرط انہوں نے عدالت بیان فرمائی ہے اور اس کی تعریف یوں کرتے ہیں:

مجتنب از کبائر، غیر مُصِر بر صغائر و صاحب مروت باشد۔ نہ ہرزہ گرد و خلیع العذار۔

کبیرہ گناہوں سے بچنے والا اور صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے والا نہ ہو۔ ذی مروت ہو، نہ کہ ہرزہ گرد اور وارستہ مزاج۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پھر فرماتے ہیں کہ "جب یہ سب شرطیں کسی شخص میں پائی جائیں تو وہ مستحقِ خلافت سمجھا جائے گا اور اگر لوگ اُسے خلیفہ بنائیں اور اس کے ہاتھ پر بیعت کریں، تو وہ خلیفۂ راشد ہوگا۔ مزید لکھتے ہیں:

غیر مستجمع این شروط را اگر خلیفہ سازند، ساعیانِ خلافتش عاصی گردند لیکن اگر تسلط یابد حکم او فیما یوافق الشرع نافذ باشد برائے ضرورت کہ برداشتن او از مسند خلافت اختلاف امت پیدا کند وہرج ومرج پدید آرد۔

اور اگر لوگ کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنائیں جس میں یہ تمام شرائط جمع نہ ہوں تو اس کی خلافت کے بانی گنہگار ہوں گے لیکن اگر وہ تسلط پالے تو اس کا حکم جو موافقِ شرع ہو، نافذ ہوگا ضرورت کی بنا پر۔ کیونکہ (تسلط کے بعد) اُسے مسندِ خلافت سے اُتارنا اختلافِ امت کا باعث ہوتا ہے اور انتشار اور بدنظمی پیدا ہوتی ہے۔

اس کے بعد شاہ صاحب انعقادِ خلافت کے چار طریقے بیان فرماتے ہیں۔ پہلا طریقہ ان کے نزدیک اہلِ حل وعقد کا انتخاب ہے، یعنی مملکت کے عالم، قاضی اور نامور لوگ بیعت کریں۔ اس سلسلے میں وہ حضرت عمرؓ کا قول نقل فرماتے ہیں کہ جس نے مسلمانوں سے مشورہ کیے بغیر بیعت کی اور جس نے لی، ان کی کوئی بیعت نہیں بلکہ وہ دونوں سزاوارِ قتل ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پہلے طریق پر منعقد ہوئی۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خلیفہ کسی شخص کو مسلمانوں کی خیر خواہی کو سامنے رکھ کر بطور جانشین تجویز کر دے جو شروطِ خلافت کا جامع ہو اور لوگوں کو جمع کرنے کے بعد ان کے سامنے اس کا اعلان کر دے۔ حضرت عمرؓ فاروق کی خلافت اسی طرح منعقد ہوئی۔ تیسرا طریقہ مجلسِ شوریٰ کا قیام ہے اور وہ یوں ہے کہ خلیفہ ایک ایسی جماعت میں امرِ خلافت دائر کر دے جس جماعت کے سب ارکان شروطِ خلافت پر پورے اترتے ہوں۔ یہ مجلسِ شوریٰ خلیفہ کی وفات کے بعد مشورہ کرے اور ایک شخص کو خلیفہ معین کر لے۔ حضرت عثمانؓ ذوالنورین کا انتخاب اسی طریق پر ہوا۔ حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد اس مجلس کا اجلاس ہوا اور خلیفۂ ثالث نامزد ہوئے۔

انتخابِ خلیفہ کے یہ تین طریقے جو خلفائے راشدین کے عہد میں اختیار کیے گئے، انہیں بیان کرنے کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ایک چوتھا طریقہ حصولِ خلافت کا "استیلاء" (یعنی زبردستی غلبہ و تسلط حاصل کر لینا) ہے۔ اس کی تفصیل یوں بیان فرماتے ہیں:

© rasailojaraid.com

چوں خلیفہ بمیرد شخصے متصدی خلافت گردد
بغیر بیعت و استخلاف ہمہ را بر خود جمع سازد یا تیلافِ
قلوب یا بقہر و نصبِ قتال خلیفہ شود و لازم گردد بر
مردماں اتباعِ فرمانِ او در آنچہ موافقِ شرع باشد۔ و
ایں دو نوع ست یکے آنکہ مستولی مستجمع شروط باشد
و صرف منازعین کند بصلح و تدبیر از غیر ارتکاب محرمے
و ایں قسم جائز است در رخصت و انعقادِ خلافتِ معاویہ
ابن ابی سفیان بعد حضرت مرتضیٰ و بعد صلح امام حسن
ہمیں نوع بود۔ دیگر آنکہ مستجمع شروط نباشد و صرف
منازعین کند بقتال و ارتکاب محرم و آں جائز نیست
و فاعل آں عاصی است لیکن واجب است قبولِ
احکامِ او چوں موافق شرع باشد . . . و ایں انعقاد
بنا بر ضرورت است۔

جب خلیفہ فوت ہو جائے تو کوئی شخص خلافت پر قابض یا متمکن ہو جائے اور بیعت و استخلاف کے بغیر ہی تالیفِ قلب سے یا بزورِ شمشیر لوگوں کو اپنا مطیع بنا لے تو یہ شخص خلیفہ بن جائے گا اور اس کے موافقِ شرع احکام کی پیروی لوگوں پر لازم ہو جائے گی۔ اس استیلائی خلافت کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم یہ ہے کہ قوت سے قبضہ پانے والے کے اندر خلافت کی تمام شرطیں پائی جائیں اور وہ صلح و تدبیر کے ذریعے سے کسی ناجائز امر شرعی کا ارتکاب کیے بغیر مدعیانِ خلافت کو راستے سے ہٹا دے۔ یہ صورت بھی بطورِ رخصت و ضرورت جائز ہے۔ اور حضرت علیؓ مرتضیٰ کی وفات اور امام حسنؓ کی صلح کے بعد معاویہؓ کی خلافت کا انعقاد اسی قسم کا تھا۔ دوسری قسم یہ ہے کہ شخصِ متغلب کے اندر شرائطِ خلافت جمع نہ ہوں اور وہ قتال اور ارتکابِ حرام کے ذریعے سے مخالفین کا دفعیہ کرے اور یہ صورت جائز نہیں ہے اور اس کا فاعل گنہ گار ہے۔ لیکن اس کے موافقِ شرع احکام کی تعمیل بھی واجب ہے اور انعقادِ خلافت کی اس شکل کا جواز بھی بربنائے ضرورت ہے۔

استیلائی یا متغلبانہ خلافت کی دوسری قسم جو شاہ صاحب نے آخر میں بیان کی ہے، اس کے متعلق وہ واضح میں فرماتے ہیں کہ عبدالملک بن مروان اور اول خلفاء بنی عباس کا انعقادِ خلافت اسی قسم کا تھا۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے متعلق شاہ صاحب نے دو قول نقل کیے ہیں۔ اکثر علماء کا قول یہ ہے کہ مہاجرین و انصارِ مدینہ کے بیعت کر لینے سے حضرت علیؓ کی خلافت منعقد ہوئی تھی اور حضرت علیؓ نے جو خطوطِ اہلِ شام کو طلبِ بیعت کے سلسلے میں لکھے تھے، وہ اس پر شاہد ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ خلافتِ علیؓ کا انعقاد بذریعۂ شوریٰ اسی وقت ہو گیا تھا جبکہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حضرت عمرؓ کی وفات کے بعد ان کا نام حضرت عثمانؓ کے ساتھ تجویز ہوا تھا، لیکن یہ قول ضعیف ہے۔

اب شاہ ولی اللہ صاحب کی اس بحث میں جو امر قابلِ ملاحظہ ہے، وہ یہ کہ انہوں نے حضرت ابوبکرؓ سے لے کر امیر معاویہؓ، عبدالملک، بنو عباس وغیرہ سب کا ذکر ان چار طریقوں کے انعقادِ خلافت کے تحت کر دیا ہے مگر یزید کی ولایتِ عہد یا خلافت کا ذکر انہوں نے بالکل نہیں فرمایا۔ اس کا ایک مطلب تو یہ لیا جا سکتا ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ نے اپنے انتقال یا ایامِ مرض سے بہت پہلے جس طرح اپنے بیٹے کو ولی عہد بنایا اور اس کے لیے بیعت لی، یہ کارروائی بالکل ناجائز تھی اور خلافتِ یزید کے انعقاد کے لیے کوئی صحیح اور جائز بنیاد نہیں بن سکتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حسینؓ، حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے ولی عہدی کی بیعت سے انکار فرمایا اور حضرت عبداللہ ابن عمرؓ جیسے محتاط، متقی اور مصالحت پسند بزرگ نے بھی یہ کہہ دیا کہ میں بیک وقت دو بیعتوں کا قلادہ اپنی گردن میں نہیں ڈال سکتا۔ بلکہ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد جب ولید گورنر مدینہ نے اصرار کیا تو آپ برابر ٹالتے رہے اور کہتے رہے کہ جب دوسرے سب لوگ یزید کی بیعت کر لیں گے تو میں بھی کر لوں گا۔ تاہم اگر مدیرِ "البلاغ" یا کوئی دوسرے ان کے ہم خیال یہ کہیں کہ ولایتِ عہد کے لیے بیعتِ عام حاصل کر کے لوگوں کو اس عہد کا پابند بنانا صحیح ہے اور یہ انعقادِ خلافت کے حق میں ایک جائز دلیل و بنیاد بن سکتی ہے، تب بھی یزید کے حق میں ولایتِ عہد کی کارروائی شاہ صاحب کے بیان کردہ چوتھے طریقے، یعنی خلافت بذریعۂ تغلب و استیلا ہی کے تحت آ سکتی ہے، کیونکہ خود حضرت معاویہؓ کی خلافت کو بھی شاہ صاحب اسی چوتھے طریق کا حاصل قرار دے رہے ہیں اور اسے محض ضرورت و رخصت کی بنا پر جائز کہہ رہے ہیں۔ پھر انعقادِ خلافت کے اس آخری طریق کی بھی انہوں نے دو قسمیں بیان کی ہیں جن میں دوسری یہ ہے کہ جو شخص زبردستی خلافت پر قابض ہو رہا ہے، اس میں جملہ شرائطِ خلافت موجود نہ ہوں اور وہ بذریعۂ قتال منازعین کا صفایا کر دے۔ یہ صورت شاہ صاحبؒ کے نزدیک ناجائز اور اس کا فاعل عاصی ہے۔ اب اس کے بعد قارئین خود فیصلہ کر سکتے ہیں کہ شاہ صاحب کی یہ بحث کس حد تک یزید کی ولایتِ عہد کی تائید و تصویب کرتی ہے اور اسے انعقادِ خلافت کا جائز و مستحسن طریقہ قرار دیتی ہے۔ کیا شاہ صاحب کی مراد یہ ہو سکتی ہے کہ خلفائے راشدین جس طرح منتخب ہوتے اور بنو امیہ و بنو عباس جس طرح سریرِ خلافت پر مستولی و متسلط ہوئے، یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سب طریقے یکساں طور پر معیاری یا پسندیدہ تھے ؟ میں نہیں سمجھ سکا کہ مولانا عثمانی صاحب نے ازالۃ الخفا کے اس مقام کا حوالہ کس مناسبت سے دیا ہے۔

امام ماوردی کا مسلک | دوسرا حوالہ مولانا عثمانی صاحب نے الاحکام السلطانیہ للماوردی ص۸ کا دیا ہے۔ اس مقام پر امام ماوردی نے شروع میں بلا شبہ یہ رائے ظاہر کی ہے ایک خلیفہ کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنا جانشین تجویز کر دے جیسا کہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ کو کر دیا تھا اور مسلمانوں نے اسے تسلیم کر لیا تھا، لیکن یہ ایک اصولی اور تمہیدی بات ہے جو انہوں نے کہی ہے۔ اس سے آگے جو کچھ وہ فرماتے ہیں وہ درج ذیل ہے:

فاذا اراد الامام ان یعہد بہا فعلیہ ان یجھد رأیہ فی الاحق بہا والاقوم بشروطہا فاذا تعین لہ الاجتہاد فی واحد نظر فیہ فان لم یکن ولداً ولا والداً جاز ان ینفرد بعقد البیعۃ لہ وبتفویض العہد الیہ وان لم یستشر فیہ احداً من اہل الاختیار۔	جب امام کا ارادہ یہ ہو کہ وہ ولی عہد مقرر کرے تو وہ پوری طرح غور و فکر کرے کہ کون شخص امامت کا سب سے زیادہ مستحق اور شرائطِ خلافت پر سب سے زیادہ پورا اترنے والا ہے۔ اپنے ذہن و فہم کی پوری جدوجہد کے بعد جب اس کی رائے ایک شخص پر جم جائے تو دیکھے کہ وہ کون ہے۔ اگر وہ اس کا بیٹا یا والد نہ ہو تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ تنہا اپنی مرضی سے اُسے ولی عہد بنائے خواہ اس نے انتخاب کنندگان سے مشورہ نہ لیا ہو۔

یہاں اولین امر جو قابلِ ملاحظہ ہے وہ یہ ہے کہ امام ماوردی کے نزدیک ولایتِ عہد کی تجویز صرف اس شخص کے حق میں ہو سکتی ہے جو خلافت کے لیے موزوں ترین فرد ہو اور جو شروطِ امامت کو سب سے زیادہ پورا کرنے والا ہو۔ یہ بات عثمانی صاحب نے بالکل غلط لکھی ہے اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ اور امام ماوردی کی جانب قطعاً غلط منسوب کی ہے کہ" اس پر اجماعِ امت منعقد ہو چکا ہے کہ خلیفۂ وقت اگر کسی میں نیک نیتی کے ساتھ شرائطِ خلافت پاتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ اس کو ولی عہد بنا دے، خواہ وہ اس کا باپ یا بیٹا ہی کیوں نہ ہو"۔ ولی عہد میں محض شرائطِ خلافت کا پایا جانا کافی نہیں ہے (اگرچہ یزید ان کا بھی جامع نہ تھا)، بلکہ جانشینی کا حقدار بننے کے لیے امام ماوردی کے نزدیک یہ بھی لازم ہے کہ وہ شروطِ خلافت میں اَحق و اَقوم ہو۔ امام ماوردی یہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شرائط (عدالت، علم اور اجتہاد وغیرہ) پہلے بیان کر چکے ہیں، نیز یہ بھی بتا چکے ہیں کہ انعقادِ خلافت کا اولین طریقہ "اختیار" یعنی انتخاب ہے۔

بہرکیف اس بات پر اجماع کا دعوی صحیح نہیں کہ خلیفۂ وقت اگر بیٹے یا کسی رشتہ دار میں شرائطِ خلافت پاتا ہے تو اسے ولی عہد بنا دے۔ خود امام ماوردی نے اس جگہ تین مسلک بیان کیے ہیں۔ ایک یہ ہے کہ جب تک خلیفہ اہل الاختیار (ELECTORS) سے مشورہ نہ کر لے اور وہ ولی عہد کو اہل نہ قرار دیں اس وقت تک خلیفہ اپنے طور پر ولی عہد نہیں بنا سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے خلیفہ کا کسی کو ولی عہد بنانا درحقیقت ولی عہد کے حق میں "تزکیہ" (TESTIMONY) یا دوسرے لفظوں میں شہادت (EVIDENCE) ہے اور یہ امامت کے لیے ایک طرح حکم (فیصلہ) کا درجہ رکھتی ہے اور کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے والد یا بیٹے کے حق میں شہادت دے یا ان دونوں کے حق میں کوئی فیصلہ دے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ بیٹا دونوں ایک دوسرے کے حق میں ایک جبلی میلان رکھتے ہیں اور ان کی باہمی ولایت عہد تہمت کا باعث ہے۔ دوسرا مسلک انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ بیٹے اور باپ کے لیے بھی ایک دوسرے کو ولی عہد بنانا جائز ہے، کیونکہ امیر کا امر امت پر نافذ ہے اور حکم منصب حکم نسب پر غالب ہے (لیکن اس مسلک کی کمزوری بالکل واضح ہے بیٹے کے لیے منصب تجویز کرنا بالکل ایسا ہی ہے جیسے اپنے آپ کو منصب کے لیے پیش کرنا اور دونوں میں موجب تہمت ہونے کے لحاظ سے فرق نہیں)۔ تیسرا مسلک امام ماوردی کے نزدیک یہ ہے کہ خلیفہ اپنی مرضی سے والد کو تو ولی عہد بنا سکتا ہے مگر بیٹے کو نہیں بنا سکتا۔ کیونکہ انسان کا طبعی میلان والد کے بجائے اولاد کی طرف زیادہ ہوتا ہے اور وہ بالعموم یہی چاہتا ہے کہ اپنا مال و منال بیٹے ہی کے لیے محفوظ کرلے۔

امام ماوردیؒ کی پوری بحث کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے ان کی تحقیق جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ انعقادِ خلافت کا اولین طریقہ انتخاب اور بیعتِ عام ہے۔ ولایتِ عہد کے لیے دو شرطیں لازم ہیں۔ پہلی یہ کہ خلیفۂ وقت پوری امت پر نظر ڈالے اور جو شخص شروطِ خلافت کے اعلیٰ ترین مرتبے پر فائز ہو اور اس کا سب سے زیادہ حقدار ہو، اس کو ولی عہد بنائے۔ دوسری شرط جو صرف بعض علماء نے نہیں بلکہ اکثریت نے لگائی ہے وہ یہ کہ بیٹے کے حق میں ولایتِ عہد اس وقت تک جائز نہیں جب تک اہلِ اختیار یا اہلِ شوریٰ سے مشورہ نہ لے لیا جائے اور وہ بھی یہ امر تسلیم نہ کر لیں کہ بیٹا شروط و صفاتِ امامت میں پوری امت پر فائق اور

© rasailojaraid.com